از

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

سجادہ نشین درگاہِ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف اسلام آباد

ناشر: ادارہ طلوع مہر دربار عالیہ گولڑہ شریف اسلام آباد

ملنے کا پتہ: مکتبہ مہریہ نصیریہ درگاہ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف E-11 اسلام آباد

ضیائے مہر کا تحقیقی جائزہ

پڑھ لی ہو اگر آپ نے اوروں کی کتاب
یہ میری کتاب ہے اسے بھی پڑھیئے

قارئینِ محترم! کئی بار خیال آیا کہ جن قابل ذکر شخصیات کو میں نے دیکھا ہے اور اُن سے نشست و برخاست بھی رہی' اُن کے حالات و واقعات اور علمی لطائف سپردِ قلم کروں' مگر گولڑہ شریف آنے والے قارئین میری مختلف مشاغل میں ڈوبی ہوئی زندگی سے بخوبی واقف ہیں بقولِ شاعر ؎

یک من بر سرِ قتل اند پریزادے چند
وائے بر صید کہ یک باشد و صیّادے چند

اس لئے آئے دن کی علمی و ادبی مصروفیات' لوگوں کے میل ملاپ اور بعض دنیوی جھمیلوں کے سبب آج تک یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ لیکن اب یہ پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ ان شاء اللہ وقت نکال کر یہ کام شروع کروں گا۔ علمِ دین کے حوالے سے

میرا تعلق ہمیشہ علماء سے رہا اور آج تک ہے۔ نیز شعر و شاعری کے ناتے ملک کے نامور اساتذۂ سخن سے نشست و برخاست بھی رہی، دنیاداروں سے بھی رابطہ و تعارف رہا اور پھر عوام سے بھی۔ اس لئے چاہتا ہوں کہ آج تک میں نے جو دیکھا اور محسوس کیا اُسے بے تکلف اور غیر جانبدارانہ انداز میں تحریر کروں۔ اس سے میرا مقصد رسمی اور روایتی سوانح نگاری ہرگز نہیں، اس لئے کہ سوانح نگار حضرات عموماً تعلّی و تملّق سے کام لیتے ہوئے شخصیات کے متعلق اپنی ذاتی عقیدت و محبت کو زیادہ سے زیادہ پیش کرتے ہیں، نتیجتاً ہر باشعور قاری یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ سوانح نگار کا مقصد شاید زیرِ تبصرہ فرد کو لوگوں کے سامنے صرف محبوب اور آئیڈیل شخصیت بنا کر پیش کرنا ہے، تا کہ وہ مرکزِ توجہ بن سکے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ الفاظ اپنی سچائی کو منوانا جانتے ہیں۔

عبارت آرائی اور حقیقت نگاری میں بڑا فرق ہے۔ معمولی سی بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا اور بڑی سے بڑی حقیقت کو معمولی الفاظ کی نذر کر دینا قرینِ انصاف نہیں۔ سوانح نگاروں اور تاریخ نویسوں کی اسی افراط و تفریط نے تاریخِ عالم میں الجھاؤ اور تضادات پیدا کیے ہیں۔ شخصیّات تبصرہ نگاروں کی رغبت و نفرت اور پسند و ناپسند کا شکار ہو کر رہ گئیں۔ اگر کسی سے ذاتی تعلّق و عقیدت ہوگئی تو اُس ذرۂ ناچیز کو رشکِ مہتاب و آفتاب بنا کر پیش کر دیا اور جس سے بوجوہ عداوت یا نفرت ہوگئی تو اُس آفتاب کو بھی ایک ذرۂ بے مقدار ثابت کر دکھایا۔

قارئین! انسان جہاں قدرت کا عظیم شاہکار ہے، وہاں اسفل السافلین کا مصداق بھی ہے جہاں اس کی عظمت ایک مسلّمہ حقیقت ہے، وہاں یہ فرمانِ الٰہی کے

مطابق حیوانیت سے نچلے درجے کا مستحق بھی ٹھہرنے لگتا ہے۔ دنیائے سوانح نگاری میں انسان کی طبعی عدم اعتدالیوں اور مزاج کی ناہمواریوں نے ایسے ایسے گُل کھلائے ہیں کہ بعض اوقات بڑی سے بڑی شخصیات بھی ان کے منفی اثرات سے محفوظ نہ رہ سکیں مگر قدرت نے انسانی جذبۂ بغض وعداوت کی نذر ہونے والی ایسی شخصیات کے اصلی جوہر و کمالات سامنے لانے کے لئے بعض ایسے حقیقت پسند' صداقت شعار' معتدل مزاج' مہذب وشائستہ اور راست گو انسان بھی پیدا فرما دیئے جنہوں نے تاریخِ انسانی لکھتے وقت اُنہیں فراموش نہیں کیا' بلکہ حق و انصاف کا دامن تھامتے ہوئے اُن کے اصلی خدّوخال صفحۂ قرطاس پر کچھ اِس طرح واضح کر کے چھوڑے کہ حقیقت پسند نگاہیں یہ دیکھ کر بے ساختہ پکار اُٹھیں ؎

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد ز پسِ پردۂ تقدیر بروں

میرے جدِّ امجد حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ قدس سرہٗ تاریخ نویسوں اور مضمون نگاروں کے افراط وتفریط کے اِس دیرینہ مزاج وعمل سے بخوبی آگاہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؒ نے اپنے فرزندِ ارجمند حضرت بابوجیؒ کو تین وصیتیں فرمائی تھیں۔ جن میں دو کا ذکر کسی اور مناسب موقع پر کیا جائے گا۔ تیسری وصیت یہ تھی کہ میرے بعد میرے حالات پر کوئی کتاب نہ لکھوانا۔

حضرت گولڑویؒ کی ان تین وصایا کا تذکرہ کئی مرتبہ مَیں نے خود حضرت بابوجیؒ کی زبانِ مبارک سے سنا۔ چنانچہ حضرت بابوجیؒ نے اس لئے ایک عرصہ تک مخلصین

کے اصرار کے باوجود اپنے والدِ ماجدؒ کے سوانحِ حیات لکھنے کی اجازت نہیں دی' بعد میں جب دیکھا کہ لوگ اُن سے غلط سلط باتیں منسوب کرنے لگے ہیں تو استاذیم حضرت مولنا فیض احمد صاحب مرحوم و مغفور کو اجازت دی کہ وہ مصدقہ روایات کی روشنی میں ایک کتاب مرتب کریں۔ چنانچہ ''مہرِ منیر'' کا مسوّدہ جب تیار ہوا اور مولنا فیض احمد صاحب مرحوم و مغفور نے حضرت بابوجیؒ کو سنانا شروع کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کتاب سے کرامات کا باب حذف کر دیں۔ اگر آپ نے کچھ لکھنا ہی ہے تو میرے والدِ گرامی کے وہ علمی کارنامے اور اُن کی وہ دینی و ملّی خدمات سپردِ قلم کریں' جو اُنہوں نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں پیش کیں۔ بابوجیؒ صاحب کا یہ دور مجھے اچھی طرح یاد ہے اور یہ ساری باتیں میں نے خود بھی سنیں اور بہت سے وابستگانِ سلسلہ بھی اس کے گواہ ہیں۔ حضرت بابوجیؒ کا مقصد یہ تھا کہ جن چیزوں کے بیان کرنے سے انسان کو مرکزِ توجہ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے' میرے والدِ گرامی اُن باتوں کے قطعاً محتاج نہیں ہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں وہ ذہن رسا اور علمِ وافر عطا فرمایا تھا کہ وہ اپنے علمی کارناموں اور اپنی بے مثال تصانیف کی بدولت تا قیامت آسمانِ علم و دانش پر آفتاب بن کر جگمگاتے رہیں گے یا یہ کہ ۔

سدا بہار ہے مہرؒ علی کی تابانی
غروب ہو جو کہیں یہ وہ آفتاب نہیں

مہرِ منیر کے مؤلفِ محترم واقعی داد کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے انتہائی احتیاط سے قلم اٹھایا اور حتی الامکان دامنِ اعتدال کو اپنے ہاتھوں سے نہ جانے دیا اور اپنے

ممدوحِ محترم کے مزاج کو ذہن میں رکھتے ہوئے گزارشِ احوالِ واقعی پر اکتفا کیا۔ اس کے باوجود بھول چوک کا عنصر چوں کہ انسان کے خمیر میں داخل ہے' لہٰذا کسی کوتاہی سے مبرا قرار نہیں دیا جا سکتا۔

قارئین! حال ہی میں استاذیم مولنا مفتی فیض احمد صاحب مؤلفِ مہر منیر کے برادرِ خورد مولوی مشتاق احمد صاحب چشتی نے ''ضیائے مہر'' کے نام سے ایک کتاب تحریر کی جو بارکیٹ میں آ چکی ہے۔ جب ایک ذہین اور بیدار مغز قاری اس کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے مہر منیر کے اسلوبِ نگارش سے بالکل مختلف پاتا ہے۔ فاضل مؤلف مہر منیر نے اپنے ضمیر اور علم کو کہیں بھی خفت کا شکار نہیں ہونے دیا اور حضرت گولڑوی اور اُن کے فرزندِ ارجمند حضرت بابوجیؒ کے لئے کہیں بھی کوئی ایسا جملہ تحریر نہیں کیا' جس سے خوشامد اور محض جانب داری کا پہلو نکلتا ہو جب کہ ضیائے مہر کی تحریر کا آخری حصہ بالخصوص واضح خوشامدانہ اسلوب کے علاوہ یک طرفہ تعریف اور کھلی جانب داری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس میں بعض حقائق کو مسخ کر کے بیان کیا گیا اور بعض کو دانستہ چھپایا گیا۔ ہر چند میں نے حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہٗ کا دور تو نہیں دیکھا' مگر بحمد اللہ حضرت بابوجیؒ کے دور کا معتدبہ حصہ قریب سے دیکھنا نصیب ہوا۔

مؤلفِ ضیائے مہر نے اپنی کتاب میں بعض ایسی روایات ذکر کی ہیں جن کے راوی عمِ محترم جناب شاہ عبدالحق صاحب ہیں اور مؤلف نے اپنی تحریر کو مستند اور معتبر بنانے کے لئے عمداً یا ایماءً عمِ محترم کا سہارا لیا تا کہ مریدین اور قارئین کے لئے وہ

روایات قطعیت کے درجہ پر فائز ہوسکیں اور اُن کی تصنیف ع مستند ہے میرا فرمایا ہوا..... کا مصداق بن سکے اور اس طرح قارئین وہ سب کچھ جان و دل سے تسلیم کرتے ہوئے اُسے اپنا عقیدہ بنالیں جو ضیائے مہر میں تحریر کردیا گیا ہے اور یہ باور کر لیا جائے کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ حضرت بابوجیؒ سے متعلق ایک وافر معلوماتی ذخیرہ ہے۔ مؤلفِ ضیائے مہر کا یہ طرزِ عمل نہ صرف یک طرفہ جانب داری کا غماز ہے' بلکہ کھلی زیادتی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور پھر اس کتاب میں اُن موضوعات کو بھی عمداً زیرِ بحث لایا گیا' جن کا سوانح حیات سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

قارئین! اگر عقیدت کی پٹی کھول کر مہرِ منیر اور ضیائے مہر کا بہ نظرِ غائر تقابلی جائزہ لیا جائے تو زمین و آسمان کا فرق محسوس ہوتا ہے۔ ضیائے مہر کے بعض مندرجات کو پڑھ کر یوں لگتا ہے کہ اس ساری قلمی کاوش و زحمت کا واحد مقصد چند خاص باتیں عوام کے سامنے لانا اور صرف ظاہر کرنا ہے کہ اس وقت درگاہ کا کرتا دھرتا یا مسند آرائے درگاہ گولڑہ کون ہے۔ چنانچہ کتاب کے آخری حصہ کا مواد اسی نقطہ کے ارد گرد گھومتا نظر آئے گا۔ ہاں مؤلف ضیائے مہر اس حوالے سے انتہائی داد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے نہ جانے کس طرح اپنے دل پر پتھر رکھ کر اور کتنے حوصلے سے کام لے کر میرا اور میرے چند اشعار کا تذکرہ ایک دو سطروں میں فرمادیا۔ حالانکہ فاضل مؤلف ایک زمانہ میں میرے بہت قریب رہے اور مجھ پر حضرت بابوجیؒ کی

خصوصی نوازشات کو بچشمِ خود دیکھا بھی اور بہ گوشِ خود سنا بھی۔مگر اُن کا ذکر کرنے کی توفیقِ مزید نہ مل سکی۔

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبت عام تو ہے عرفانِ محبت عام نہیں

علاوہ ازیں کتابِ مذکور میں صرف چند شخصیات کے ذکر پر اکتفا کیا گیا' اس کے برعکس بعض اُن غیر معروف مخلص اور غریب لوگوں کا ذکر تک گوارا نہ کیا جو بابوجیؒ پر اپنی جان نچھاور کرتے تھے اور بابوجیؒ بھی اُن پر بے حد کرم فرماتے تھے۔بابوجیؒ صرف امیروں اور وڈیروں کے پیر ہی نہ تھے بلکہ غریبوں اور غیر مشہور لوگوں کے بھی شیخ تھے۔لہٰذا بقولِ علاّمہ سیماب ؔ

تُو نے تازہ تُربتیں گن کر بہت ماتم کیا
جمع کر اِن میں وہ قبریں بھی، جو ویراں ہوگئیں

پھر بعض لوگوں کے تذکرے میں بہت سی قابلِ ذکر باتوں کو عمداً حذف کر دیا گیا۔

ضیائے مہر کے منصۂ شہود پر آجانے کے بعد بعض معاملات آشنا احباب نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ کام (قبلہ بابوجیؒ کے سوانحِ حیات کی تالیف) آپ کے والدِ ماجد حضرت پیر سیّد غلام معین الدّین شاہ صاحب (بڑے لالہ جی) علیہ الرحمۃ نے اپنی موجودگی میں کیوں سرانجام نہ دلوایا حالانکہ حضرت بابوجیؒ کے بڑے فرزند اور درگاہِ غوثیہ مہریہ کے فائق سجّادہ نشین' مسند آرا اور منتظمِ اعلیٰ ہونے کے ناتے یہ سب کچھ اُنہیں کرنا چاہئے تھا جبکہ اپنے والدِ ماجد حضرت بابوجیؒ کے متعلق جتنی باوثوق اور وقیع

معلومات ان کے پاس موجود تھیں' یقیناً وہ کسی اور کے پاس نہیں ہو سکتیں کیونکہ اکثر و بیشتر اُنہی کو قبلہ بابو جیؒ نے خانقاہی امور میں ذمہ داریاں سونپیں اور اپنے خطوط میں اُنہی کو مخاطب کیا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت بڑے لالہؒ جی نے اپنے والدِ ماجدؒ کے وصال کے بعد 24 سال تک بقیدِ حیات رہنے کے باوجود بھی حضرت بابو جیؒ کے حالات پر کوئی کتاب نہ مدوّن کرائی اور نہ طبع۔ چوں کہ یہ سوال نہایت اہم اور معقول تھا اس لئے میں نے اُنہیں جواباً کہا کہ بات تو یہ ہے اور یہی حقیقت بھی ہے کہ کتاب مہرِ منیر میں حضرت بابو جیؒ کے ضروری حالات میرے والدِ ماجد کی موجودگی میں طبع ہو چکے تھے' اس لئے والدِ ماجدؒ نے کوئی الگ کتاب لکھوانے کا نہ اہتمام فرمایا اور نہ اس کی ضرورت محسوس کی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ضیائے مہر کو اگر غور سے پڑھا جائے تو ہر باشعور اور بیدار مغز قاری پر یہ بات آفتاب کی طرح روشن ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ کتابِ مذکور میں حضرت بابو جیؒ سے متعلّق جو حالات تحریر کئے گئے ہیں وہ مہرِ منیر کا چربہ ہیں' جنہیں ذرا کچھ پھیلا کر زینتِ کتاب بنا دیا گیا ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ جن بعض لوگوں کا تذکرہ میرے والدِ گرامی کے نزدیک ضروری نہ تھا' آج اُنہی کو سرِ فہرست رکھا گیا ہے۔

تیسری بات یہ کہ ضیائے مہر کے آخری حصّہ میں بالخصوص جس اہتمام اور شدّ و مد سے تعریف کے پُل باندھے گئے اور گھوم پھر کر ایک ہی شخصیت کو سامنے لایا گیا پھر وہ بھی تصاویر کے ساتھ' یہ سب کچھ میرے والدِ ماجدؒ کی طبیعت' مزاج اور معمول کے خلاف تھا' نیز کتابِ مذکورہ کے مطالعہ سے یہ امر مترشّح ہوتا ہے کہ حضرت بابو جیؒ

کے حالات کو سامنے لانا ہرگز مطلوب نہیں، بلکہ آپؒ کے تذکرے کی آڑ میں بعض ذاتی نقطہ ہائے نظر کو پیش کرنا مقصود ہے، جو کتاب کے ہر سمجھ دار قاری پر اظہر من الشمس ہے۔ جب کسی شخصیت پر کوئی کتاب لکھی جاتی ہے تو اُس کے متعلق روایات و معلومات اکٹھی کی جاتی ہیں اور تالیفِ کتاب کی ذمہ داری ایسے شخص پر ڈالی جاتی ہے، جو علمی و تحقیقی قابلیت، بالغ نظری، غیر جانبداری اور بیدار مغزی کی دولت سے مالا مال ہونے کے علاوہ اُس شخصیت سے زیادہ قریب رہا ہو جب کہ یہاں ایسا ہرگز نہیں۔

ضیائے مہر میں حضرت بابوجیؒ کی طرف سے اجازتِ بیعت صرف آپؒ کے دو فرزندان کو ملنے کا معاملہ یار لوگوں نے اتنے اہتمام سے ثابت کرنا چاہا ہے جیسے یہ کوئی منصوص من اللہ امر ہے۔ کیا حضرت بابوجیؒ کے مجھے اجازتِ بیعت دینے کی روایت مؤلفِ ضیائے مہر اور اُس کے مربیان تک نہیں پہنچی۔ جب کہ مجھے یہ اجازت مدینہ منورہ میں عطا کی گئی تھی۔ اگر مقصود اثباتِ اجازتِ بیعت ہے تو یارانِ ہشیار طبع کیلئے اتنا ہی کافی ہے اور اگر کوئی اور مصلحت اِس ساری کوشش و کاوش کے پسِ پردہ کارفرما ہے تو منکرین و معترضین تحریری طور پر یہ اعتراض میرے نام کے ساتھ منظرِ عام پر لائیں ان شاء اللہ مَیں بھی اُن کی حیثیت اجازتِ بیعت کے سلسلے میں وہ حقائق سامنے لاؤں گا جن سے تمام امراضِ قلبیہ و اسقامِ باطنیہ کا شافی علاج ہو جائے گا۔

اور پھر قابلِ اعتراض امر یہ بھی ہے کہ میرے والدِ گرامی علیہ الرحمہ کی زیرِ نگرانی یا حسبِ ایماء اُن کے حینِ حیات شائع ہونے والی کسی کتاب میں اُن کی فل پیج تصویر لگا کر اُس کے نیچے "مسند آرائے درگاہ گولڑہ شریف" کے الفاظ ہرگز تحریر نہیں کیئے گئے مگر

آج اُن کے بعد یہ دروازہ بھی کھول دیا گیا۔ کیا اسے ذاتی تشہیر نہیں کہتے؟ کیا یہ عمل شائع ہونے والے آئین و دستورِ گولڑہ شریف میں تحریر کردہ احکام کے عین مطابق ہے؟ کیا یہ شوقیہ تصویر کشی حضرت گولڑویؒ کے مسلک و مشرب میں جائز ہے؟ لوگوں میں اپنے عجز وانکسار اور بے ریائی ظاہر کرنے کے لئے ایک طرف تو برسرِ محفل و منبر.....ع تاابد حضرت رہیں مسند نشیں' کی گردان کرائی جاتی ہے اور زائرین پر یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ ہم تو بس درگاہ کے ادنٰی خادم ہیں' جو کچھ بھی ہیں حضرت پیر مہر علی شاہؒ ہیں اور وہ مردہ نہیں زندہ ہیں اور یہ سب کچھ وہ دیکھ سن بھی رہے ہیں۔ دوسری طرف اُنہی کے مسلک کے ساتھ خاموش مذاق بھی اڑایا جارہا ہے۔ منبر پر وہی فعل ناجائز اور کتاب میں وہی کام جائز' آخر اس دوہرے طرزِ عمل کو کیا نام دیا جائے گا۔ کیا اسے تضاد بیانی اور تضاد عملی نہیں کہتے؟ آخر کوئی خوشامدی خطیب اور مرید حضرت گولڑویؒ کے مسلک و مشرب کی اس کھلی خلاف ورزی کا نوٹس کیوں نہیں لیتا؟ کیا سب کو لنگر میں کمی اور روٹی نہ ملنے کا اندیشہ لاحق ہے؟ یا یہ کہ بہ صورتِ اعتراض پیرانِ گولڑہ اُس کا دائرۂ رزق و حیات تنگ کردیں گے' یا پھر اللہ تعالٰی اُس پر اپنا دروازۂ رزق بند کردے گا؟

یہ کیسا خیالِ خام و باطل ہے نصیرؔ
لا حولَ و لا قوّۃ اِلّا با اللّٰہ

کیا آئین و دستورِ گولڑہ کے ہر حکم کا اطلاق صرف ہم پر ہی ہوگا؟ یہی وجہ ہے کہ راقم الحروف آئین و دستورِ گولڑہ کے بعض مندرجات تسلیم نہیں کرتا اور نہ کرے گا۔ الفاظ کا ہیر پھیر ہے ورنہ مسند آرا اور سجّادہ نشین کے مفہوم میں کوئی فرق

نہیں۔ میری ساری زندگی الفاظ و معانی کی دنیا میں بسر ہوئی، میں الفاظ کی ہیرا پھیری خوب جانتا ہوں۔ بقولِ داغ ؎

جلوے مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں
مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

جب اپنی زیرِ نگرانی چھپنے والی کتاب میں مسند آراء جیسے خوش کن الفاظ کو حذف کرانے کے بجائے پسند کیا اور زینتِ کتاب بنایا جاتا ہے تو پھر اگر کوئی اور اپنے نام کے ساتھ مسند آرا یا سجادہ نشین کے الفاظ تحریر کر دے یا کوئی اُس کے لئے یہی الفاظ لکھ یا بول دے تو کلیجہ منہ کو کیوں آنے لگتا ہے؟ اِس قسم کی اور بہت سی باتیں ہیں، جو حضرت گولڑویؒ اور حضرت بابوجیؒ کے مسلک اور مزاج کے سراسر خلاف ہیں، اگر بات کو مزید چلایا گیا تو ان شاء اللہ اتباعِ مسلک کا شور مچانے اور عوام کو بے وقوف بنانے والوں کے بارے میں وہ کچھ تحریر کروں گا کہ دنیا حیرت زدہ ہو کر رہ جائے گی، معلوم نہیں کہ ایسے مواقع پر مسلک اور دستور شریف کہاں گم ہو جاتے ہیں اور نہ جانے صرف مجھ پر اعتراض کرنے اور برسرِ محفل و منبر چیخنے چلانے والے اُجرت گیر خوشامدی اور بے ضمیر خطیبوں اور چڑھتے سورج کے پجاری مفاد پرست مریدوں کو سانپ کیوں سونگھ جاتا ہے؟

کیا حضرت گولڑویؒ کے مسلک کا پاس صرف نکاحِ سیّدہ کے مسئلے تک محدود ہے، یہ تو خالصتاً شرعی و فقہی معاملہ ہے، یہ کسی کا ذاتی مسلک نہیں ہو سکتا۔ بلکہ احکامِ شرعیّہ میں جو قرآن و سنّت کا فیصلہ ہو گا وہی ہم سب کا مسلک و مذہب کہلائے گا۔ میں

نکاحِ سیّدہ کے موضوع پر ان شاء اللہ مزید تصریحات عنقریب پیش کرنے والا ہوں جن میں پوری اُمّتِ مسلمہ کو میرا چیلنج ہے کہ وہ قرآن وسُنّت کی روشنی اور دلائلِ قطعیہ سے نکاحِ سیّدہ با غیر سیّد کو شرعاً حرام ثابت کرے اور اگر مجھ سے کوئی مناظرہ جیت جائے تو مَیں ان شاء اللہ سرِ محفل اپنی شکست تسلیم کروں گا۔ فریقِ ثانی یہ حُرمت ثابت نہ کرسکنے کی صورت میں سرِ عام لکھ کردے گا کہ یہ نکاح شریعتِ محمدّیہ میں حلال ہے اور نصیر الدّین نصیرؔ گولڑوی کا موقف صحیح ہے اور اُس نے حضرت پیر مہر علی شاہؒ گولڑوی کے فتویٰ کا جو تجزیہ لکھا ہے وہ از روئے شریعت وفقہِ حنفی درست ہے۔ اگر حضرت گولڑوی کے مسلک اور حضرت بابوجیؒ کے مسلک کی تفصیل میں جایا جائے تو پھر پیرانِ گولڑہ کی طبعِ نازک پر گراں گزرے گا اور اُن کو اپنا موجودہ طرزِ زندگی سراسر بدلنا پڑے گا اور ایک سو سال ماضی کی تنگیوں اور معاشی پریشانیوں کو سر آنکھوں پر قبول کرنا ہوگا۔

کتابچہ آئین ودستور میں کیا کوئی کمی رہ گئی تھی، جسے ہر جگہ پورا کیا جارہا ہے اور اُنہیں باتوں کو بے موقع اور بے محل بھی دُہرایا جاتا ہے، حیرت ہے کہ حسبِ منشاء اتنا کچھ لکھوا لینے کے باوجود بھی بعض دِلوں کو دولتِ سکون آخر کیوں میسّر نہ ہوسکی۔

آپ لوگ سب کچھ کر کے بھی پاک صاف ٹھہرے اور ہم کچھ نہ کرکے بھی خطاکار و گناہگار قرار پائے۔ بقول اکبرالہٰ آبادی ؎

وہ کرتے ہیں سب چھپ کر تدبیر اِسے کہتے ہیں
ہم دھر لئے جاتے ہیں تقدیر اسے کہتے ہیں

چلو ہم تو محلِ اعتراض ہیں ہی، کہ ہم میں یہ خرابی ہے، وہ خرابی ہے مگر جو لوگ خود

کو عیوب سے پاک سمجھتے اور کہلاتے ہیں، اِک ذرا اپنے گریبانوں کی طرف وہ بھی تو جھانک کر دیکھتے بقولِ راقم ۔

جانچ پرکھ ہے اوروں کی
یہ بھی سوچا خود کیا ہو

اگر کوئی ایسی تالیف ہماری طرف سے شائع ہو جاتی تو خدا جانے اب تک کیا کچھ ہو چکا ہوتا ۔

ہم آہ بھی بھرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

بہر حال یہاں مختصراً بعض امور کی طرف توجہ دلائی گئی، تفصیل کا سلسلہ آئندہ شروع کیا جائے گا، یہ سب کچھ دیکھ کر میں نے طے کر لیا ہے کہ اب میں اوّلین فرصت میں اپنے دادا حضرت بابوجیؒ کے حالات پر ایک کتاب تحریر کروں گا اور اُن احوال و شخصیات کا ذکر کروں گا، جن کے متعلق مجھے بخوبی علم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بعض خاص احباب کی طرف آپؒ کے تحریر کردہ خطوط کے اقتباسات بھی نذرِ قارئین کروں گا تاکہ مخلصین و متوسّلین کے قلبی ذوق کا سامان مہیّا ہو۔

قارئین! کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ عمِ محترم شاہ عبدالحق صاحب زید مجدہٗ کی طرح میں بھی اسی گھر کا ایک باخبر فرد ہوں اور مَیں نے بھی حضرت بابوجیؒ کا بھرپور دور دیکھا ہے، جس طرح یہ ضروری نہیں کہ اُس دور کی ساری پُر اسرار باتوں کا علم مجھے ہی ہو، اِسی طرح یہ بھی قطعاً ضروری نہیں کہ حضرت بابوجیؒ سے متعلق ہر ہر بات کا علم صرف

عمِ محترم ہی کو ہو۔ لہٰذا بعض موضوعات پر جس طرح عمِ محترم نے اپنی معلومات کا اظہار فرمایا' اُنہی موضوعات پر ان شاء اللہ میں بھی روشنی ڈالوں گا۔ اِس لئے قارئین سے گزارش کروں گا کہ جن کے پاس حضرت بابوجیؒ کے خطوط ہوں' اُن کی فوٹوسٹیٹ کاپی میرے نام اور پتے پر جلد از جلد ارسال کریں۔

اگرچہ آپ کے مکتوبات کا ایک وافر ذخیرہ پہلے ہی سے مَیں نے جمع کر رکھا ہے' اِس کے باوجود جو حضرات خطوط ارسال کرنا چاہیں وہ ضرور ارسال کریں۔ مَیں ان شاء اللہ کوشش کروں گا کہ بچپن کے دور سے حضرت بابوجیؒ کو دیکھنے اور سننے کے واقعات پوری دیانت داری سے قارئین کے سامنے لاؤں۔

قارئین! اگرچہ فنِ سوانح نگاری میں مہارت کا مجھے ہرگز دعوٰی نہیں' لیکن حضرت بابوجیؒ کے حالات و واقعات کا مبالغہ آمیزی اور تکلّف سے پاک بیان تقاضائے وقت ہے' جسے میں پورا کرنے کی کوشش کروں گا' اس لئے امّید ہے کہ متوسلین ترسیلِ خطوط کے سلسلے میں پورا تعاون کریں گے۔

نصیر الدّین نصیؔر کان اللہ لہٗ

Date:25-8-2000

تصانیفِ نصیرؒ

1:- نام و نسب (سیادتِ غوثِ پاکؓ کے تحقیقی ثبوت، نکاحِ سیدہ کی شرعی حیثیت اور شیعہ و خوارج کے عقائد کا تفصیلی جائزہ) مطبوعہ

2:- راہ و رسمِ منزل ہا (تصوّف اور عصری مسائل پر سیر حاصل بحث) مطبوعہ

3:- امام ابو حنیفہؒ اور اُن کا طرزِ استدلال (امام الأئمہ، سراج الامہ، کے علمی و فقہی مقام و مرتبہ کا بیان) زیرِ طبع

4:- اِعانت و استعانت کی شرعی حیثیت (اِثباتِ توحید و ردِّ شرک کے لیے دلائلِ قاطعہ) مطبوعہ

5:- لطمۃ الغیب علیٰ ازالۃ الرّیب (حضرت پیرانِ پیرؓ کے گستاخوں کے منہ پر غیبی طمانچہ) مطبوعہ

6:- رنگِ نظام (قرآن و حدیث کی روشنی میں اُردو مجموعہ رُباعیات) مطبوعہ

7:- دیں ہمہ اُوست (عربی، فارسی، اردو اور پنجابی نعتیں) مطبوعہ

8:- فیضِ نسبت (عربی، فارسی، اردو اور پنجابی میں مناقب) مطبوعہ

9:- آغوشِ حیرت (فارسی رُباعیات) مطبوعہ

10:- پیمانِ شب (اُردو غزلیات کا پہلا مجموعہ) مطبوعہ

11:- دستِ نظر (اُردو غزلیات کا دوسرا مجموعہ) مطبوعہ

12:- عرشِ ناز (فارسی، اُردو، پوربی، پنجابی اور سرائیکی میں متفرّق کلام) مطبوعہ

13:- الرُّباعیاتُ المدحیہ فی حضرۃِ القادریّہ (فارسی رُباعیات در شانِ حضرت پیرانِ پیرؓ) مطبوعہ

14:- طَرِیْقُ الْفَلاح فِی مَسْئَلَۃِ الْکُفُوِ لِلنِّکاح (نکاحِ سیّدہ با غیر سیّد کی شرعی حیثیت) مطبوعہ

15:- **متاعِ زیست** آخری متفرق کلام (حمدیہ، نعتیہ، مناقب، غزلیات، رباعیات) مطبوعہ